دار الافتاء

مولانا مفتی حافظ ثناء اللہ خاں مدنی
شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ

چند احادیث کی صحت وضعف کی تحقیق

یہ احادیث صحیح ہیں یا ضعیف؟

❁ **سوال:** درج ذیل احادیث کے بارے میں مکمل تحقیق درکار ہے۔ جزاك الله خيرًا

حدثنا موسیٰ بن اسماعیل ثنا أبان ثنا یحییٰ عن أبي جعفر عن عطاء بن یسار عن أبي هريرة قال بينما رجل يصلی مسبلًا إزاره إذ قال له رسول الله ﷺ اذهب فتوضأ فذهب فتوضأ ثم جاء ثم قال اذهب فتوضأ فذهب فتوضا ثم جاء فقال له رجل: يا رسول الله! مالك أمرته أن يتوضأ قال إنه كان يصلی وهو مسبل إزاره وإن الله جل ذكره لايقبل صلوٰة رجل مسبل إزاره" (سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰة، باب الإسبال في الصلوٰة وکتاب اللباس: باب ماجاء في إسبال الإزار بألفاظ مختلفة)

◉ امام نوویؒ اپنی کتاب 'ریاض الصالحین' باب ۱۱۵، صفة طول القميص والكمّ والازاروطرف العمامة وتحريم إسبال شيئ من ذلك على سبيل الخيلاء وكراهة من غير خيلاء ، رقم: ۷۹۷ میں مذکورہ حدیث کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواه ابوداوٗد بإسناد صحيح على شرط مسلم

◉ مشکوٰۃ المصابیح کی شرح میں علامہ محمد عبدالسلام مبارکپوریؒ مذکورہ حدیث، کتاب الصلوٰۃ: باب الستر کی شرح میں لکھتے ہیں:

"(رواه أبوداؤد) في الصلوٰة واللباس ، وفي سنده أبوجعفر وهو رجل من أهل المدينة لايعرف اسمه . قال الحافظ: أبوجعفر المؤذن الأنصاري المدني ومن زعم أنه محمد بن علي بن الحسين (الباقر) فقد وهم ، انتهىٰ

◉ 'منہاج المسلمین' میں مسعود احمدؒ بی ایس سی ''وہ اُمورجن کے وقوع کے بعد دوبارہ

www.KitaboSunnat.com

وضو کرنا چاہئے۔'' میں مذکورہ حدیث کو بیان کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

(ابوداؤد، سندہ صحیح......مرعاۃ: ج ۲ ص ۲۰۹)

◉ شیخ حافظ عبدالمنان نور پوری اپنی کتاب 'احکام و مسائل' جلد ا میں 'کتاب الطہارۃ' میں 'وضو توڑنے والی چیزیں' کے بیان میں ابوداؤد کی مذکورہ حدیث کو مرعاۃ المفاتیح کے حوالے سے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ذكره الهيثمي في مجمع الزوائد (ج٥/ ص١٤٥) وقال: رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح"

چنانچہ مذکورہ تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے اس حدیث کو صحیح سمجھا اور اپنے مضمون "Exposing Amkles" ...... شائع شدہ "Voice of Islam" جولائی ۱۹۹۹ء ...... میں ذکر کیا۔ اس حدیث کو اپنی کتاب 'آئینہ صلوٰۃ النبی ﷺ' کے صفحہ ۱۳۷ پر نقل کیا، لیکن میری کتاب کے ایک قاری نے مذکورہ حدیث کے بارے میں کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ چنانچہ میں نے مزید تحقیق کی تو درج ذیل باتیں سامنے آئیں:

◉ علامہ ناصر الدین البانیؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ضعیف سنن ابی داؤد 'کتاب الصلوٰۃ' باب الاسبال فی الصلوٰۃ: ۱۲۴۔۶۳۸

کیونکہ اس میں ابوجعفر راوی مجہول ہیں، جیسا کہ علامہ البانیؒ مشکوٰۃ کی 'کتاب الصلوٰۃ، باب الستر، فصل دوم، رقم: ۷۶۱ کے بیان میں لکھتے ہیں:

"في كتاب الصلوٰة رقم:٦٣٨ وفي اللباس رقم:٤٠٨٦ وإسناده ضعيف، فيه أبوجعفر وعنه يحيىٰ بن أبي كثير وهو الأنصاري المدني المؤذن وهو مجهول كما قال ابن القطان وفي التقريب: أنه لين الحديث . قلت: فمن صحّح إسناد الحديث فقد وهم

◉ شیخ البانیؒ کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے محترم حافظ صلاح الدین یوسف 'ریاض الصالحین' کی تحقیق و تخریج میں لکھتے ہیں:

''اس روایت سے بعض علما استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے شلوار، پاجامہ لٹکانے والے کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، لیکن شیخ البانیؒ نے وضاحت کی ہے کہ اس روایت کی سند کو

www.KitaboSunnat.com

صحیح قرار دینے والوں کو وہم ہوا ہے کیونکہ اس میں ایک راوی ابوجعفر مدنی مجہول ہے، اس لئے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ نے اسے ضعیف سنن ابو داؤد میں درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: ابواب مذکورہ وتخریج مشکوٰۃ ج۱ ص ۲۳۸......الخ'' (سائل: محمد شفیق کمبوہ، والٹن لاہور)

جواب: یہ حدیث ابوجعفر الانصاری مدنی مؤذن کے مجہول ہونے پر واقعی ضعیف ہے۔ علامہ البانی نے بحوالہ تقریب، مشکوٰۃ کے حاشیہ پر نقل کیا ہے: إنه لين الحديث لیکن یہ الفاظ تقریب میں نہیں ہیں، اس کے نقل کرنے میں موصوف کو وہم ہوا ہے۔ اس سے قبل الاعتصام میں اپنے شائع شدہ فتویٰ میں بھی اس امر کی تصریح کر چکا ہوں۔

❁ سوال: شرح معانی الآثار میں امام طحاویؒ اذان کے بعد کی دُعا «اللهم رب هذا الدعوة......الخ» کو اس سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

حدثنا عبد الرحمن بن عمرو الدمشقي قال ثنا علي بن عباس قال ثنا شعيب بن أبي حمزة عن محمد ابن المنكدر عن جابر بن عبدالله الخ (ملاحظہ فرمائیں کتاب الصلوٰۃ: باب ما يستحب للرجل أن يقوله إذا سمع الاذان...... مترجم کتاب کی حدیث نمبر ۸۲۱)

اس روایت میں عبدالرحمٰن بن عمرو دمشقی کے علاوہ باقی سب راوی صحیح بخاری کی روایت کے ہیں۔ اس روایت میں 'محمدؐ' سے پہلے 'سیدنا' کے الفاظ ہیں۔ کیا یہ اضافہ صحیح ہے اور مزید یہ کہ عبدالرحمٰن بن عمرو دمشقی صحاحِ ستہ کی کس کتاب کے راوی ہیں اور ان سے کس باب میں کوئی روایت آئی ہے؟

جواب: شرح معانی الآثار میں مذکورہ حدیث میں سیدنا کا اضافہ شاذ مدرج ہے۔ علامہ البانی فرماتے ہیں: وهي شاذة مدرجة ظاهره الإدراج (إرواء الغليل: ۱/۲۶۱)

اس روایت کے راوی عبدالرحمٰن بن عمرو بن عبداللہ بن صفوان النصری ابوزرعہ دمشقی کے بارے میں 'تقریب' میں ہے: ثقة حافظ مصنف یعنی ''ثقہ حافظ اور صاحبِ تصانیف ہے۔'' اور سنن ابوداود، کتاب الفتن والملاحم، باب فی تعظیم قتل المؤمن، رقم: ۴۲۷۴ میں اس کی روایت موجود ہے۔ ائمہ فن نے اس پر د کی علامت دی ہے جو اس امر کی واضح دلیل ہے۔

❁ سوال: حدثنا أحمد بن محمد بن أيوب ثنا إبراهيم بن سعد عن

محمّد بن إسحٰق عن محمّد بن جعفر بن الزبير عن عروة بن الزبير عن امرأة من بني النجار قالت كان بيتي من أطول بيت كان حول المسجد فكان بلال يؤذن عليه الفجر ...... الخ"

(سنن أبوداوٗد: كتاب الصلوٰة، باب الأذان فوق المنارة)

علامہ ناصر الدین البانیؒ نے اس حدیث کو ضعیف سنن ابوداوٗد میں نقل نہیں کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، واللہ اعلم۔ البتہ شیخ حافظ عبدالمنان نورپوری اپنی کتاب 'احکام ومسائل' جلداوّل میں 'اذان واِقامت' کے بیان میں 'اذان سے قبل الصلوٰۃ والسلام کہنا' کے بیان میں مذکورہ حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

اوّلاً: تو اس لئے کہ اس روایت کی سند کمزور ہے اور اس کمزوری کی دو وجہیں ہیں:

① اس کی سند میں احمد بن محمد بن ایوب نامی ایک راوی ہیں جن کے متعلق یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: "ليس من أصحاب الحديث وإنما كان ورّاقا" اور ابواحمد حاکم فرماتے ہیں: "ليس بالقوي عندهم" نیز یحییٰ بن معین کہتے ہیں: "هو كذاب"

② اس کی سند میں محمد بن اسحٰق ہیں جن کے متعلق حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"إمام المغازي صدوق يدلس ورمي بالتشيع والقدر"

اُصولِ حدیث کی کتابوں میں ہے کہ مدلس راوی جب تک اپنے شیخ سے سماع کی تصریح نہ کرے، تب تک اس کی روایت قابل قبول نہیں اور مندرجہ بالا روایت محمد بن اسحٰق نے بصیغہ 'عن' بیان کی ہے، اپنے سماع کی تصریح نہیں فرمائی۔ (محمد شفیق کمبوہ، والٹن لاہور)

جواب: مشار الیہ حدیث موصوف کی صحیح ابوداوٗد میں ہے، انہوں نے کافی وافی بحث سے اس کا حسن ہونا ثابت کیا ہے۔ علامہ نورپوری حفظہ اللہ کا حدیث ہذا کو دو وجوہات سے ضعیف قرار دینا محل نظر ہے۔ اوّلاً راوی احمد بن محمد بن ایوب کے بارے میں بعض اصحابِ فن سے صرف جرح نقل کی ہے جبکہ دیانت و امانت اور انصاف کا تقاضا تھا کہ معدلین کی تعدیل بھی ذکر کرتے پھر جرح و تعدیل کے قواعد وضوابط کے مطابق صحت وضعف کا حکم لگاتے۔ افسوس کہ ایسا نہیں ہوسکا۔ عثمان دارمی کا بیان ہے کہ امام احمد اور امام علی بن مدینی اس کے متعلق اچھی رائے رکھتے تھے: يحسنان القول فيه۔ ایسے ہی عبداللہ بن احمد اپنے والد سے بیان کرتے

www.KitaboSunnat.com

ہیں: ما أعلم أحدا یدفعه بحجة مجھے علم نہیں کوئی بدلائل اس میں جرح وقدح کرسکتا ہو۔ ابن عدیؒ نے جرح کے باوجود اس کو 'صالح الحدیث' قرار دیا ہے۔ اورابن حبان نے اس کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔ ابراہیم الحربي نے کہا: وراق ثقہ ہے، جھوٹ کی تلقین کی صورت میں انکاری ہوتا، یعنی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے اس کے بارے میں یہ بھی کہا ہے: لا بأس به (تہذیب التہذیب: ۶۴/۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ چوتھے درجے کا راوی ہے جو بمطابق اصطلاحِ محدثین قابل حجت ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حافظ موصوف کا رجحان بھی اس کی توثیق کی طرف ہے۔ ان شواہد کی بنا پر علامہ البانیؒ نے اس کو ثقات کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔

ثانیاً: محمد بن اسحٰق کی تدلیس کا جواب یہ ہے کہ سیرت ابن ہشام میں ابن اسحٰق کی تحدیث کی تصریح موجود ہے، اس طرح یہ اعتراض بھی رفع ہوجاتا ہے۔ الفاظ یوں ہیں:

قال ابن اسحٰق حدثني محمد بن جعفر بن الزبیر

ان وجوہات کی بنا پر حافظ ابن حجر، ابن دقیق العید اور شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور یہی بات راجح ہے۔ جرح وتعدیل کے سلسلہ میں 'توضیح الافکار' کے حواشی پر علامہ محمد محی الدین عبدالحمید رقم طراز ہیں:

> واختار شیخ الاسلام تفصیلاً حسنا، فإن کان من جرح مجملًا قد وثقه أحد من أئمة هذا الشأن لم یقبل الجرح فیه من أحد کائنا من کان إلا مفسرًا، لأنه قد ثبتتْ له رتبة الثقة فلا یزحزح عنها إلا بأمر جلي فإن أئمة هذا الشأن لا یوثقون إلامن اعتبروا حاله في دینه ثم في حدیثه نقدوه کما ینبغي، وهم أیقظ الناس، فلا ینقض حکم أحدهم إلا بأمر صریح وإن خلا عن التعدیل قبل الجرح فیه غیر مفسر إذا صدر من عارف، لأنه إذا لم یعدل فهو في حیز المجهول وإعمال قول المجرح فیه أولیٰ من إهماله. انتهی کلامه (۲/ ۱۳۵)

> ''(کس طرح کی جرح قبول ہوگی؟ اس کے بارے میں) شیخ الاسلام ابن حجرؒ نے تفصیل کے پہلو کو اختیار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی راوی کے بارے میں جرح مجمل ہو، لیکن فن

حدیث کے کسی امام نے اس راوی کو ثقہ قرار دیا ہے تو اس صورت میں خواہ کوئی بھی ہو، اس راوی پر اس کی مجمل جرح کو قبول نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس صورت میں جرح مفسر ہی قابل قبول ہوگی، کیونکہ اس کی ثقاہت ثابت ہو چکی ہے اور کسی واضح امر کے بغیر اس کی ثقاہت کو زائل نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ائمہ فن نہایت بیدار مغز لوگ تھے۔ وہ کسی شخص کو ثقہ قرار دینے سے پہلے اس کی دینی حالت کا جائزہ لیتے، اس کی حدیث کو اچھی طرح پرکھتے تھے۔ تو اگر ان میں سے کسی نے پوری تحقیق اور چھان بین کے بعد کسی شخص کے ثقہ ہونے کا فیصلہ دیا ہے تو کسی واضح دلیل کے ساتھ ہی اس فیصلہ کو ردّ کیا جاسکتا ہے، البتہ اگر کسی نے اس کی تعدیل نہیں کی تو تب غیر مفسر جرح بھی قبول کر لی جائے گی، بشرطیکہ وہ کسی ماہر فن کی طرف سے ہو کیونکہ جب کسی نے بھی اس کی تعدیل وتوثیق نہیں کی تو گویا وہ مجہول ہے اور کسی مجہول شخص پر جرح کرنیوالے کی بات کو قابل عمل قرار دینا اسے متروک اور مہمل قرار دینے سے زیادہ بہتر ہے۔''

نومولود کے کان میں اذان واقامت کہنا

❁ **سوال:** نومولو بچے کے کان میں اذان اور اقامت کہنے والی حدیث کہاں ہے اور کیا وہ حدیث صحیح ہے؟ اگر وہ حدیث صحیح نہیں ہے تو پھر جو عام طور پر کہا جاتا ہے کہ نومولود بچے کے کان میں اذان واقامت کہنے سے بچہ 'مسلمان' ہوجاتا ہے تو پھر نومولود بچے کو 'مسلمان' کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ مفصل دلائل پیش فرمائیں۔ (محمد شفیق کمبوہ، والٹن لاہور)

جواب: نومولود بچے کے کان میں اذان کے بارے میں ابورافع کی حدیث میں تصریح موجود ہے۔ امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، علامہ البانی وغیرہ نے اس پر 'حسن' کا حکم لگایا ہے، لہٰذا قابل عمل ہے اور اقامت کا ذکر کسی قابل استناد حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

واضح ہو کہ اسلام دین فطرت ہے۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ مسلمان ہی ہوتا ہے، نئے سرے سے مسلمان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اذان صرف تعمیل شرع کی بنا پر ہے نہ کہ اسلام میں داخل کرنا مقصود ہے۔

اپنے شرعی سوالات کے جوابات کیلئے ادارۂ محدث سے رابطہ کریں

روزانہ نمازِ ظہر تا ٦ بجے شام فون نمبرز: 5866476, 5866396

یہاں کتاب وسنت کی روشنی میں جادو کا علاج بھی بلامعاوضہ کیا جاتا ہے!